اقوال زریں

- جو شخص صبر کی چادر اوڑھ لیتا ہے وہ عزت اور بزرگی پاتا ہے۔
- صبر انسان کو اندر سے مضبوط کرتا ہے۔
- علم ایک ایسا پھول ہے جتنا کھلتا ہے اتنی خوشبو دیتا ہے۔

روس اور چین کی 'لازوال' دوستی کا مطلب؟

صبیح احمد

روس اور چین کے صدور بالترتیب ولادیمیر پوتن اور ژی جنپنگ نے گزشتہ ہفتہ چینی کمیونسٹ پارٹی کے 'پاور سینٹر' تاریخی گریٹ ہال آف دی پیپلز میں ملاقات کی، جہاں روی رہنما کے لیے ایک شاندار استقبالی تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں چین کی پیپلز لبریشن آرمی (پی ایل اے) کی جانب سے گارڈ آف آنر بھی شامل تھا۔ ژی کو 'میرا پرایا را دوست' کہتے ہوئے پوتن نے کہا کہ یہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ روس اور چین کے درمیان تعلقات 'موقع پرستانہ نہیں ہیں اور یہ کسی کے خلاف نہیں ہیں'۔ ژی نے کہا کہ چین اور روس کی دوستی لازوال ہے اور ایک نئی قسم کے بین الاقوامی تعلقات کا نمونہ بن گئی ہے'۔ دونوں رہنماؤں نے بعد میں سفارتی تعلقات کے 75 سال مکمل ہونے پر ایک کنسرٹ میں شرکت بھی کی۔

صدر پوتن کا تین کا یہ 2 روزہ دورہ ایسے وقت میں ہوا ہے، جب روس نے یوکرین کی جنگ کے حوالے سے حالات پر سخت گرفت حاصل کر لی ہے۔ ادھر ژی حال ہی میں یورپ کے دورے سے واپس آئے ہیں جہاں انہوں نے فرانس کے صدر کے ساتھ ساتھ جنگ زدہ اور سربیا کے رہنماؤں سے ملاقات بھی کی۔ یہ دونوں نئی دہلی کے دوست ہیں۔ چین اور روس کے تعلقات کے فروغ کی ایک تاریخ رہی ہے اور اس کے رابطوں میں امریکہ کا کردار رہا ہے۔ چین اور سوویت یونین کے درمیان تعلقات کی شرعات اچھی نہیں رہی تھی۔ 1949 میں عوامی جمہوریہ چین کے قیام کے بعد جب چیئرمین ماؤزے تنگ نے ماسکو کا دورہ کیا تو انہیں جوزف اسٹالن سے ملاقات کے لیے ہفتوں تک انتظار کرنا پڑا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ماؤ کو دارالحکومت سے باہر ایک دور دراز علاقہ میں رکھا گیا تھا جہاں 'واحد تفریحی سہولت ٹیبل ٹینس کی ایک ٹوٹی ہوئی میز تھی'۔

سرد جنگ کے دوران، چین اور یونین آف سوویت سوشلسٹ ری پبلک (یو ایس ایس آر) ایک دوسرے کے حریف تھے، دونوں کے درمیان عالمی کمیونسٹ تحریک کو کنٹرول کرنے کے لیے مقابلہ آرائی تھی۔ 1960 کی دہائی کے اوائل میں دونوں ملکوں کے درمیان تناؤ خطرناک حد تک بڑھ گیا اور انہوں نے 1969 میں ایک مختصر سرحدی جنگ بھی لڑی۔ 1976 میں ماؤ کی موت کے بعد تعلقات میں بہتری کا آغاز ہوا، لیکن 1991 میں سوویت یونین کے انہدام تک گرم جوشی دیکھنے کو نہیں ملی۔ سرد جنگ کے بعد کے دور میں اقتصادی تعلقات نے چین۔روس تعلقات کے لیے 'نئی اسٹریٹجک بنیاد' تیار کی ہے۔ چین روس کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار اور روس میں ایشیا کا سب سے بڑا سرمایہ کاری کرنے والا ملک بن گیا۔ چین دراصل روس کو خام مال کا پاور ہاؤس اور اپنی اشیا (کنزیومر گڈس) کی قیمتی منڈی کے طور پر دیکھتا ہے۔ 2014 میں کریمیا کے الحاق کے بعد روس کے خلاف مغرب کا خالفانہ رویہ ماسکو کو چینگ کے قریب لے آیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان نے ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ یہ مغرب ہی تھا جس نے روس کو چین کی بانہوں میں دھکیل دیا۔ حال ہی میں کولکاتہ میں ایک تقریب کے دوران مینوفیکچرنگ سیکٹر میں ملک کی خود انحصاری کی اہمیت کے بارے میں بات کرتے ہوئے وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے ہندوستان اور چین کے تجارتی تعلقات پر بھی یہ کہتے ہوئے سوال اٹھایا کہ ہم ہندوستان چین سے اتنی زیادہ خریداری کیوں کرتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی سوال اٹھایا کہ اپنا چین کے ساتھ اتنے بڑے پیمانے پر تجارت کرنا ملک کے لیے درست ہے۔ ان میں جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق چین ہندوستان کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار ہے۔ گلوبل ٹریڈ ریسرچ انیشیٹو کے مطابق دونوں ممالک کے درمیان رواں مالی سال میں تجارت 118.4 بلین ڈالر تک پہنچ گئی۔ چین سے ہندوستان کی درآمدات کا حجم 3.24 فیصد بڑھ کر 101.7 بلین ڈالر تک پہنچ گیا ہے جبکہ ہندوستان سے چین کو برآمدات 8.7 فیصد بڑھ کر 16.67 بلین ڈالر تک پہنچ گئی ہیں۔

وزیر خارجہ نے شنکر کا بیان دراصل ہندوستانی تاجروں کو یہ یاد دلانے کی کوشش ہے کہ سرحدی کشیدگی جاری ہے اور ہندوستان کو چین پر کم انحصار کرنا چاہیے۔ وزیر خارجہ کا بیان اس تناظر میں اہم ہے کہ اس قسم کے (چین پر) انحصار سے ہم ملک کے کاروباری مفادات پر توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ کیونکہ اگر چین مستقبل میں کسی بھی وجہ سے اپنی برآمدات روکتا ہے تو صورتحال مشکل ہو سکتی ہے۔ ہندوستان چین کو صرف 48 فیصد برآمدات کرتا ہے اور چین سے 86 فیصد درآمد کرتا ہے۔ ہندوستان ایسی حالت میں ہے جہاں نیپال اور بنگلہ دیش بھی نہیں ہیں'۔ چین کے ساتھ تعلقات کے معاملے میں ہندوستان کو 1962 کی جنگ کا بھی تجربہ ہے۔ 1962 میں دونوں ملکوں کے درمیان اکسائی چن کے متنازع خطہ پر جنگ ہوئی تھی جو تقریباً ایک ماہ جاری رہی تھی۔ اکسائی چن ہمیشہ سے ہی دونوں ممالک کا دعویٰ ہے۔ اس جنگ کے بعد اس وقت کے وزیراعظم راجیو گاندھی 1988 میں بیجن گئے تھے۔ ایک طرح سے یہ دورہ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کی کوشش تھی۔ اس دوران دونوں ممالک کے درمیان سرحد پر امن برقرار رکھنے کے لیے ایک معاہدہ طے پایا تھا۔ یہ 1988 کے بعد دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کی بنیاد تھی، لیکن 2020 میں گلوان وادی میں پیش آنے والے واقعہ کے بعد دونوں ممالک کے تعلقات میں تبدیلی آ گئی ہے۔

> عموماً روس کو ہندوستان کا بہترین دوست کہا جاتا ہے۔ عالمی سطح پر جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو دونوں ممالک ایک دوسرے کا ساتھ دیتے آئے ہیں لیکن روس اور ہندوستان کی دوستی کے درمیان اب چین کی بھی انٹری ہونے لگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچویں بار صدر بننے کے بعد ولادیمیر پوتن سیدھے چین پہنچے ہیں۔

بہرحال روس اور چین کے دفاعی محور نے نئی دہلی کے لیے اہم سوالات پیدا کر دیے ہیں۔ ہندوستانی دفاعی سامان کا تقریباً 60 سے 70 فیصد روس سے آتا ہے اور نئی دہلی کو خاص طور پر ایسے وقت میں جب ہندوستان اور چینی فوجی سرحد پر گزشتہ 4 سالوں سے آمنے سامنے ہیں، باقاعدہ اور قابل اعتماد سپلائی کی ضرورت ہے۔ مغربی تجزیہ کاروں نے ہندوستان کو ایسی صورتحال سے خبردار کیا ہے جس میں روس چین کا 'جونیئر پارٹنر' بن جائے۔ اس کے ساتھ ہی ہندوستان یہ بھی ہرگز نہیں چاہے گا کہ روسی دفاعی صنعت مغربی پابندیوں کے نتیجے میں نقصان اٹھائے۔ عموماً روس کو ہندوستان کا 'بہترین دوست' کہا جاتا ہے۔ عالمی سطح پر جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو دونوں ممالک ایک دوسرے کا ساتھ دیتے آئے ہیں لیکن روس اور ہندوستان کی دوستی کے درمیان اب چین کی بھی انٹری ہونے لگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچویں بار صدر بننے کے بعد ولادیمیر پوتن سیدھے چین پہنچے ہیں۔ درحقیقت عالمی سطح پر دیکھا جائے تو چین نے گزشتہ کچھ عرصہ سے ہمیشہ روس کا ساتھ دیا ہے۔ جنگ کے یوکرین جنگ میں روس کی سیاسی حمایت کی ہے۔ اگر چہ چین براہ راست روس کو اسلحہ برآمد نہیں کر رہا ہے، لیکن وہ روس کی جنگی کوششوں میں امداد کے طور پر مشینی گل پرزے، الیکٹرونکس اور دیگر سامان برآمد کرتا رہا ہے۔ حالانکہ چین نے روس۔یوکرین جنگ میں خود کو غیر جانبدار ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن سبھی جانتے ہیں کہ یہ محض دکھاوے تک محدود ہے۔ ضرورت پڑنے پر چین پوتن کا ہی ساتھ دے گا کیونکہ چین اور روس نے فروری 2022 میں 'کوئی حد نہیں' شراکت داری کا اعلان کیا تھا۔

موجودہ حالات میں اگر ہندوستان اور چین کے درمیان جنگ چھڑ جاتی تو روس کیا کرے گا؟ 1962 کی جنگ کے دوران سوویت یونین کا موقف خاص طور پر ہندوستان کے حق میں نہیں تھا۔ ماسکو نے 1971 کی جنگ کے دوران اپنا تعاون کچھ صدتک بڑھایا تھا۔ بہرحال یہ 1962 یا 1971 نہیں ہے اور ولادیمیر پوتن کا روس پر اتنا سوویت یونین بھی نہیں ہے۔

sasalika786@gmail.com

دستک

سیاسی جماعتوں کی انتخابی مہم

20 مئی

پیر کے روز 8 ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کی کل 49 سیٹوں پر ہونے والی پانچویں مرحلے کی پولنگ کے ساتھ ہی لوک سبھا کے کل 543 حلقوں میں سے 428 کے امیدواروں کی قسمت کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ سکھراں جماعت اور حزب اختلاف کے بڑے بڑے سیاسی بتوں کی تقدیر اب ای وی ایم میں قید ہے۔ فقط 125 حلقے ہی رہ گئے ہیں جہاں چھٹے اور ساتویں مرحلہ میں 25 مئی اور یکم جون کو پولنگ ہونی ہے۔ ساحل پر بیٹھے سمندر کی طغیانی کا معائنہ کرنے والے کئی تجزیہ نگاروں، سیاسی مبصرین اور مختلف طرح کے سروے جائزے میں کہا جا رہا ہے کہ حکومت سازی کا جو فیصلہ ہونا تھا، وہ عوام نے پانچ مرحلوں میں کر دیا ہے۔ پیش قیاسی کی جا رہی ہے کہ اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' کی تیز گامی سکھراں سیاسی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کے ہم نواؤں کو بہت پیچھے چھوڑتے ہوئے حکومت سازی کے مقررہ ہدف سے بھی آگے نکل چکی ہے۔ اب باقی ماندہ سیٹوں کا انتخاب محض خانہ پری ہے اور بی جے پی ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہی ہے۔ یہ اندازے، جائزے، سروے اور پیش قیاسیوں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا، اس کا پتہ تو 4 جون کو ہی چلے گا لیکن ان پانچ مرحلوں کی انتخابی مہم کے دوران سیاسی جماعتوں نے معاشرہ میں جو خلا نظنیں ایڈیٹ ہیں، اس کی نظیر اب تک کی انتخابی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ خاص کر بھارتیہ جنتا پارٹی کی انتخابی مہم کا جارحانہ انداز اور اخلاق باختہ بیانات، بے وزن اور بے مغز دلیلوں اور خدائی دعوے نے معاشرتی وسماجی ہم آہنگی کا تانا بانا آخری درجہ میں بکھیر دیا ہے۔

پوری انتخابی مہم کے دوران سکھراں بی جے پی نے رائے دہندگان کے بنیادی مسائل مہنگائی، بے روزگاری، غربت، جہالت کے خاتمہ، تعلیمی نظام کو بہتر بنانے، صحت سہولیات کی فراہمی پر بات کرنے اور مستقبل کے ترقیاتی منصوبوں کا خاکہ پیش کرنے کے بجائے عوام کی توجہ ان سب سے ہٹانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ترنمول کانگریس کی سپریمو ممتا بنرجی تو اپنے ترقیاتی کاموں کی طوالت اور بقا کا موازنہ الہامی کتابوں سے کر رہی ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے جوش خطابت میں یہ کہا کہ دنیا سے قرآن، بائبل، گیتا وغیرہ اٹھ جائیں گے لیکن انہوں نے جو ترقیاتی کام کیے، وہ باقی رہیں گے، اور ان کی جانب سے کیے جانے والے ترقیاتی کاموں کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔ کانگریس اور اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' میں شامل دوسری پارٹیاں بھی ریزرویشن کے نام پر 'سماج کی تقسیم' کو مبینہ طور پر ہوا دینے کے مسائل اٹھا رہی ہیں۔ جنوبی ہندوستان کی سیاسی جماعت ڈی ایم کے لیڈر اسٹالن کا ہندو مخالف بیان بھی ایسے ہی زمرے میں آتا ہے۔

لیکن سکھراں بی جے پی اس معاملے میں سب سے آگے نکل چکی ہے۔ 'وکاس پرش' اور ان کی جماعت آدھا سچ کا اور آدھا جھوٹ کا ایسا غلیظ اور بدبودار ملغبہ عوام کو پیش کر رہی ہے جس نے معاشرے میں غفونت پھیلا دی ہے۔ دس سالہ دور حکومت کے ترقیاتی کاموں کا بھی ذکر بی جے پی کا کوئی لیڈر نہیں کر رہا ہے حتیٰ کہ وزیراعظم نریندر مودی بھی اپنے دور اقتدار کی حصولیابیاں بتانے کے بجائے سابقہ حکومتوں خاص کر کانگریس کے دور اقتدار کے فیصلوں، پالیسیوں اور کارکردگی کو اپنے بیانات کی زینت بنا رہے ہیں۔ اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' کی قوت کو کم بتانے اور اسے ہدنام کرنے کیلئے دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کو ہندوؤں کا دشمن اور مسلمانوں کا دوست بتایا جا رہا ہے۔ بی جے پی کے اسٹار کمپئنر' وزیراعظم نریندر مودی تو ہندو۔مسلم سیاست میں ایک دوسری ہی تاریخ لکھ رہے ہیں۔ کبھی وہ تو بدتہذیبی تو کبھی جام توڑتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ وہ ہندو۔مسلم سیاست جس دن کریں گے وہ دن ان کی عوامی زندگی کا آخری دن ہوگا اور اگلی ہی صبح وہ پھر سے ہندو۔مسلم منافرت کی سیاست کرنے لگتے ہیں۔

بی جے پی کے پاس ووٹروں کو راغب کرنے کیلئے مسلمانوں کا خوف ایک مستقل ہتھیار تو بنا ہی ہوا ہے، اب پاک مقبوضہ کشمیر کو ہندوستان میں شامل کرنے کا نیا ایشو پہلی بار اس انتخاب میں لایا گیا ہے۔ وزیر داخلہ امت شاہ مغربی بنگال تقریر کے دوران اچانک پاک مقبوضہ کشمیر پہنچ جا رہے ہیں تو اتر پردیش کے وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ مہاراشٹر کے پال گھر سے یوپی دہاڑ رہے ہیں کہ اگلے 6 مہینوں میں ان کی یعنی بی جے پی کی حکومت (اگر بنی تو) پاک مقبوضہ کشمیر کو ہندوستان کا حصہ بنا لے گی۔ اسی بہانے یہ لیڈران سابق وزیراعظم آنجہانی جواہر لال نہرو کو پانی پی پی کر کوس بھی رہے ہیں۔ سکھراں جماعت کی یہ نفرت انگیزی صرف تقریروں تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ قابل اعتراض اشتہارات بھی دیواروں پر چسپاں کرا رہے ہیں۔

انتخابی مہم کی یہ مجموعی صورتحال کسی بھی طور پسندیدہ نہیں کہی جا سکتی ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں مذہب اور عقیدہ کی بھلمونی اس کا حسن سمجھا جاتا ہو، وہاں اگر سیاسی جماعتیں اور اس کے لیڈران اس آخری درجے کی رزالت پر اتر آئیں اور آئینی ادارے، عدلیہ اور عوام خاموش رہیں تو پھر ایسا معاشرہ عاشق کا گریبان بن جاتا ہے، جس کے پرزے عاشق خود اپنے ہاتھوں اڑاتا ہے۔

edit2sahara@gmail.com

پاکستان کے زیر قبضہ کشمیر ہندوستان کا اٹوٹ حصہ

ایم اے کنول جعفری

جائزہ

اگر ہندوستان 'آکشمن ریکھا' پار کر پاکستان کے قبضے والے کشمیر (پی او کے) کو ہندوستان میں شامل کرتا ہے، تو چین کا رِئکل کیا ہوگا؟ 16 مئی کو یہ سوال مرکزی حکومت کے وزیر خارجہ ایس جے شنکر سے مہاراشٹر کے ناسک میں منعقد 'وشوابندھو بھارت' تقریب میں کیا گیا۔ وزیر خارجہ نے جواب دیا کہ وہ کانشس رکیا جیسی کوئی چیز نہیں مانتے۔ انہیں لگتا ہے کہ پی او کے ہندوستان کا حصہ ہے، جو کسی کی کمزوری یا غلطی کی وجہ سے عارضی طور پر چھین لیا گیا، وہ پاس واپس آ جائے گا۔ پی او کے پر ہندوستان کا جائز دعویٰ ہے۔ پاکستان یا چین اس پر خودمختاری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ایس جے شنکر نے نام لیے بغیر آزاد ہندوستان کا پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کو نشانہ بنایا۔ مقبوضہ کشمیر میں بڑھ رہی بے چینی اور تشدد کے واقعات پر فکر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مقبوضہ کشمیر کے عوام گزشتہ چند برسوں سے جموں و کشمیر کی زبردست ترقی کو دیکھ اور متاثر ہو رہے ہیں، وہ کشمیر میں مثبت تبدیلیاں دیکھ کر خود سے سوال کر رہے ہیں کہ آیا ایسی چیزیں ہو سکتی ہیں؟ اگر ہاں! تو پھر وہ کیوں مصیبت اُٹھائیں اور بدسلوکی قبول کر رہے ہیں؟ دیکھنا ہوگا کہ یہ صورت حال کیا رُخ اختیار کرتی ہے؟ مظفرآباد میں افراتفری ہے۔ ہزتتی مہنگائی اور اونچے برقی بلوں سے بیزار عوام احتجاج کر رہے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر ہندوستان (کا حصہ) ہے، جو یقیناً واپس ہوگا۔ اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلوچستان سمیت کئی دیگر حصوں میں مسائل کا سامنا ہے۔ معاشی مشکلات سے پاکستان کی ساکھ متاثر ہو رہی ہے۔ ہندوستان کو پاکستان کی اصلاحات اور پالیسیوں پر نظر رکھنی ہوگی۔ ہندوستان سے مخالفت نے پاکستان کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے، جہاں وہ آج ہے۔ بھارت کو اپنی پوزیشن مضبوط رکھنے اور خود پر اعتماد کی ضرورت ہے۔ ماضی میں چین کے اقدامات اور اس کے پاکستان کے ساتھ تعاون سے سبھی واقف ہیں۔ بارہا بتایا جا چکا ہے کہ مقبوضہ کشمیر پر نہ تو پاکستان دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ ہی چین۔ خودمختاری کا دعوے دار صرف ہندوستان ہے۔ قانونی ملکیت ہماری ہی ہے۔ 1963 کے معاہدے کے مطابق پاکستان اور چین دونوں کو آگے بڑھانے پر اتفاق کیا گیا تھا۔ پاکستان نے چین کی قربت پانے کے لیے اپنے زیر قبضہ تقریباً 5,000 کلومیٹر کا چھ حصہ چین کو سونپ دیا۔ معاہدے میں درج ہے کہ چین اس علاقے کے پاکستان یا ہندوستان کا ہونے کا احترام کرے گا۔ کئی روز قبل پال گھر میں انتخابی ریلی کو خطاب کرتے ہوئے مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ نے بھی اسی طرح کے بیانات دیے تھے۔

> پاک مقبوضہ کشمیر ہندوستان (کا حصہ) ہے، جو یقیناً واپس ہوگا۔ اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلوچستان سمیت کئی دیگر حصوں میں مسائل کا سامنا ہے۔ معاشی مشکلات سے پاکستان کی ساکھ متاثر ہو رہی ہے۔ ہندوستان کو پاکستان کی اصلاحات اور پالیسیوں پر نظر رکھنی ہوگی۔ ہندوستان سے مخالفت نے پاکستان کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے، جہاں وہ آج ہے۔

دراصل، جموں و کشمیر ریاست میں انگریزوں کے قبضے کے دوران ہی آزادی کی تحریک شروع ہو گئی تھی۔ انگریزوں نے 16 مارچ 1846 کو امرتسر معاہدے کے تحت کشمیر کو 75 لاکھ نانک شاہی سکوں کے عوض اپنے وفادار گلاب سنگھ ڈوگرہ کو فروخت کر دیا تھا۔ اسی کے ساتھ جموں و کشمیر کا تمام علاقہ، آبادی اور وسائل گلاب سنگھ ڈوگرہ کو منتقل ہو گئے۔ کشمیر میں 80 فیصد مسلم آبادی تھی اور اس کی 965.60 کلومیٹر لمبی سرحد پاکستان سے ملتی تھی۔ ڈوگرہ حکمران انگریزوں سے زیادہ مسلمانوں پر تشدد اور نفرت کرتے تھے۔ ان کی نفرت اور تعصب کا اندازہ اسی سے ہو جاتا ہے کہ وہ دوپہر سے پہلے کسی مسلمان کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ مسلمانوں کو دوپہر سے پہلے ڈوگرہ حکمران کے سامنے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اسلام دشمنی کی بنا پر مساجد کو گھوڑوں کے اصطبلوں اور بارود خانوں میں تبدیل کیا گیا تھا۔ مسلمانوں کو اذان دینے اور جمعہ وعیدین میں خطبہ پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس غیر انسانی سلوک کے خلاف آواز بلند کرنے پر ڈوگرہ حکمران نے پونچھ کے مسلمان رہنما سردار عزیز خان اور ملی خان کی زندہ کھالیں اتروالیں۔ مظالم کے خلاف کشمیری بیدار ہو کر متحظم ہونے لگے اور پھر کئی تنظیمیں قائم ہو گئیں۔ 1929 میں شیخ عبداللہ نے سری نگر میں 'ریڈنگ روم پارٹی' تنظیم بنائی تو چودھری غلام عباس اور اے آر ساغر وغیرہ نے 'ینگ مین ایسوسی ایشن' کی بنیاد رکھی۔ 1931 میں بریلی کی ایک مسجد شہید کرنے اور پولیس اہلکار کے قرآن مجید کی بے حرمتی کرنے کے بعد مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے سڑکوں پر احتجاج و مظاہرے کیے تو پولیس نے مظاہرین کو گرفتار کرکے 13 جولائی 1931 کو عدالت میں پیش کیا۔ مسلمانوں نے عدالتی کارروائی سننے کا مطالبہ کیا تو پولیس نے نہتے مسلمانوں پر تابڑتوڑ گولیاں چلائیں۔ 27 مسلمان شہید اور بے شمار زخمی ہوئے۔ مظالم کی خبریں پھیلتے ہی مسلمانوں میں اپنے مستقبل کو لے کر تشویش پیدا ہوئی۔ اسی کے ساتھ کشمیری مسلمانوں میں اتحاد کی فضا قائم ہوئی اور 14 اگست 1931 کو پہلی مرتبہ جموں میں 'کشمیر ڈے' منایا گیا۔ اکتوبر 1931 میں پنجاب میں چلو چلاؤ کشمیر چلاؤ کی صدائیں گونجیں تو برطانیہ سرکار نے مداخلت کرکے ڈوگرہ حکومت سے مظالم روکنے کو کہا۔ 1932 میں لندن میں گول میز کانفرنس میں متحدہ ہندوستان کے آئین پر اتفاق رائے ہوا لیکن چودھری رحمت علی نے اسے مسلمانوں کے لیے 'موت آف وارنٹ' تعبیر کر دیا اور 28 جون 1933 کو 'پاکستان' نام سے علیحدہ مسلم ریاست کا مطالبہ کیا۔ 3 جون 1947 کو تقسیم ہند کا فارمولہ منظور ہوا اور برصغیر کی 562 ریاستوں کو اپنے جغرافیائی، معاشرتی اور آبادی کی خواہشات کے مطابق ہندوستان یا پاکستان میں الحاق کا اختیار دیا، لیکن مسلم لیگ نے حیدرآباد کی اہل مال ریاست کو پاکستان سے الحاق کے منظور ریاست کے حکمرانوں کو الحاق کے فیصلے کے اختیار کا مطالبہ کیا۔ اسی دوران ہندوستان نے فوج بھیج کر حیدرآباد پر بھی قبضہ کر لیا۔ وزیر داخلہ سردار ولبھ بھائی پٹیل کو رجواڑوں کو ہندوستان سے الحاق کی ذمہ داری سونپی گئی۔ کشمیر جو ناگڑھ اور حیدرآباد دکن کے علاوہ باقی سب کے الحاق ہو گیا۔ سیریل ریڈکلف کمیشن کی تشکیل ہوئی۔ کمیشن کے مسلم اکثریت والے گرداس پور کو ہندوستان کے حصے میں ڈالنے سے بھارت کو کشمیر تک رسائی کا واحد راستہ مل گیا۔ تقسیم ہند اور ریڈکلف کے بے ضابطگیوں کے نتیجے میں ہندو اور مسلموں کی ہجرت کے دوران کشیر تعداد میں قتل و غارت اور ہلاکتیں ہوئیں۔ سیاسی کشیدگی میں انصافے سے کشمیری مظاہرین سڑکوں پر آ گئے۔ پونچھ کے 5 لاکھ مسلمانوں میں سے 2 لاکھ کی ہلاکت کا الزام مہاراجہ کی فوج پر لگا، جو بچ گئے، وہ پاکستان چلے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 22 اکتوبر 1947 کو پاکستان کے صوبہ سرحد کے قبائلیوں نے کشمیر پر حملہ کر دیا۔ قبائلی حملے کے بعد 25 اکتوبر 1947 کو مہاراجہ جموں بھاگ گئے اور دہلی سے فوجی مدد کی درخواست کی۔ بھارت نے الحاق کے بغیر مدد سے انکار کر دیا۔ 26 اکتوبر 1947 کو مہاراجہ ہری سنگھ نے کشمیر کا بھارت کے ساتھ الحاق کرتے ہوئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو خط لکھا۔ 27 اکتوبر 1947 کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے عوامی رائے شماری کی شرط پر معاہدہ قبول لیا۔ جموں میں معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ 15 اگست 1947 سے پہلے کشمیر کے بھارت یا پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ نہیں لینے پہ برطانیہ کی بالادستی ختم ہو گئی اور کشمیر آزاد ہو گیا۔ 27 اکتوبر 1947 کو جہاز ماں کے ذریعہ فوجی کشمیر میں اُتارے گئے۔ فوج کے قبائلیوں کے قبضے والے کشمیر میں داخل ہوتے ہی بھارت۔ پاکستان میں جنگ شروع ہو گئی۔ جنگ بند ہوئی تو ہندوستان نے سری نگر، جموں اور لداخ سمیت کشمیر کے کچھ حصوں پر قبضہ کر لیا۔ پاکستان نے کشمیر کے مغربی حصے پر کنٹرول حاصل کر کے اسے آزاد کشمیر نام دیا۔ 1948 میں ہندوستان نے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل سے پاکستان کی شکایت کی۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان 1965، 1971 اور 1999 میں جنگیں ہو چکی ہیں۔ ان سب کے باوجود کشمیر کا مسئلہ ابھی بھی اپنے حل کا منتظر ہے۔

(مضمون نگار سینئر صحافی اور آڈیٹر ہیں)

jafrikanwal785@gmail.com

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

پانچویں مرحلے کا الیکشن مکمل

سکری!

اس وقت الیکشن کا زور شور ہے۔ ایک طرف اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' جی جان سے میدان الیکشن میں رواں دواں ہے اور دوسری طرف موجودہ برسر اقتدار حکومت 'بی جے پی' جس میں مودی جیسی پیش پیش نظر آ رہے ہیں اور اپنی لچھے دار تقریروں و جملوں کے ذریعہ اخباروں کو چاروں خانے چت کرنے میں لگن میں اور ان کی دل کھول کر مدد میڈیا کر رہا ہے جو صبح سے شام تک موجودہ حکومت کے گن گان کرنے سے نہیں تھکتا جبکہ اتحادیوں کے ساتھ صرف عوام اور سوشل میڈیا ہیں جو ان کی باتوں کو عوام تک پہنچا رہے ہیں جبکہ رائے بریلی میں سونیا گاندھی نے خود اپنے بیٹے راہل گاندھی کے لیے ووٹ مانگے اور عوام سے یہ کہا کہ' میں اپنے بیٹے کو آپ کے حوالے کرتی ہوں'، جبکہ دوسری طرف مودی جی اور ان کی پوری لابی چار سو پار کی بات کر کے عوام کے ذہن و دماغ کو موڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ اب دیکھنا ہوگا کہ آنے والے دنوں میں اپوزیشن اتحاد کی حکومت بنتی ہے یا مودی جی ہیٹرک لگانے میں کامیاب ہوتے ہیں یا ناکام یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ آج میڈیا نے اپنی ذمہ داری کو طاق پر رکھ دیا ہے۔ وہ اپوزیشن کی باتوں کو اپنے اخبار میں جگہ نہیں دیتا جبکہ موجودہ حکومت کی پل پل کی خبروں کو نشر کرنے میں لگا رہتا ہے اور موجودہ حکومت کے گن گان میں اس طرح آگے رہتا ہے کہ لگتا ہے وہی الیکشن لڑ رہا ہے جبکہ کانگریس کے صدر ملکا ارجن کھرگے، عام آدمی پارٹی کے لیڈر اروند کیجریوال، اروند کیجریوال، سماجوادی پارٹی کے رہنما اکھلیش یادو، مغربی بنگال کی شیرنی اور وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی اور مہاراشٹر کے سابق وزیر اعلیٰ اور ڈپٹی وزیر اعلیٰ اجیت پوار جو اپنے اخبار میں جگہ نہیں دیتا جبکہ اپوزیشن کے لیڈر اور وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کو اپنے اخبار میں جگہ دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ اب راستوں پر سے لوگوں نے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے اور مودی جی اپنے اجلاس میں یہ کہہ کر اکثریت کو ایک کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اتحادی حکومت بنی تو آپ کے منگل سوتر اور آپ کی دولت کو دوسروں میں تقسیم کر دیا جائے گا، اس لیے بی جے پی کی حکومت بناؤ اور اپنی جان و مال کو محفوظ کر لو۔ یہ جملے کی سرکار روس سالوں سے ملک پر حکومت کر رہی ہے۔ ابھی الیکشن کے دو مرحلے باقی ہیں، عوام کو سب کچھ مدنظر رکھ کر ووٹ کرنا چاہیے۔

ابوفرحان عبدالواحد بلرامپوری

چمن دہار، لوٹنی، غازی آباد، یوپی

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ ان کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

آئینہ

اس کو معاف کرنا غلط ہے اب
جس نے بھری ہے آگ وطن کی فضاؤں میں
سب دیس واسیوں پہ یہ کوشش ہے لازمی
آ جائے اپنا دیس ترنگے کی چھاؤں میں

جگر نوگانوی

سہارا انڈیا پاس کمیونی کیشن کیلئے پنٹو پبلشر **ضیاء قادری** نے سہارا انڈیا پاس کمیونی کیشن پریس، راشٹریہ سہارا کمپلیکس، پارک روڈ گورکھپور میں چھپوا کر شائع کیا۔

Published & Printed by **Zia Qadree** on behalf of **Sahara india Mass Communication** and Printed at **Sahara india Mass Communication** Press, Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur and Published from Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur
Editor & Group Editor: **Abdul Majid Nizami** (editor.nizami@gmail.com) * **ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی***
For Editorial/News: gkpsaharaurdu@gmail.com, editor. saharaurdumedia@sahara.in ■ **Advertisement (National)**: ■ 9891773434,9899452476, **Email : adsahara@gmail.com**
www.roznamasahara.com 0551- 3062427:شعبہ اشتہارات 0551-3062415,3062416:سرکولیشن - **Email: gkpsaharaurdu@gmail.com** ۔ 0551-2202362, 3062400 :ٹیلی فون گورکھپور
سال: 23 شمارہ نمبر: 8856 **R.N.I. NO- UPURD/2002/6747** Roznama Rashtriya Sahara (Gorakhpur) ——— * اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار
ح